تنقید و تبصرہ

خلافتِ معاویہ و یزید مؤلفہ جناب محمود احمد صاحب عباسی. تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ صفحات ۳۸۰
قیمت مجلد مع گرد پوش ۶/-/-

ناشر:- جناب محمود احمد صاحب عباسی. کاشانہ محمود ۴۶/۱ بی ایریا لالو کھیت کراچی نمبر ۹

ہر قوم، جماعت اور خاندان میں نظریاتی، واقعاتی اور کچھ طبائع کے فطری تفاوت کے باعث تھوڑے بہت اختلافات ضرور ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کے اختلافات اسلام سے قبل قریش کی دو شاخوں ہاشمیوں اور اموئیوں میں بھی تھے۔ جن کے ہوتے ہوئے بھی وہ باعتبار نسب قریشی اور بلحاظ ملت (حسب دعائے خود) ابراہیمی تھے۔ اسلام کے بعد سارے مسلمانوں کی جب ایک برادری —— صحابہ کرامؓ کی برادری —— وجود میں آگئی۔ اس وقت بھی بعض معاملات میں کبھی اسی نوع کا اختلاف رائے ہو جاتا تھا۔ ان اختلافات کے باوجود سب کلمہ واحدہ پر متفق تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت۔ قرآن سے شغف دشمنانِ اسلام سے مقابلہ۔ قرآن و حدیث کی تعلیم و اشاعت، تبلیغ اور ان کے عملی نفاذ میں سب متحد الخیال والعمل تھے۔

یہ درست ہے کہ دورِ اوّل کے آخری دنوں میں بعض داخلی نزاع خونریزی کی حد تک پہنچ گئے تھے —— لیکن اس نزاع کا اموی، ہاشمی، یا قبائلی عصبیت و چپقلش سے کچھ تعلق نہ تھا، وہ درحقیقت چند یہودیوں اور ایرانیوں کی کارستانی تھی جو میدانِ جنگ میں شکست کھا کر اس کا انتقام صحابہ کرام کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کر کے لینا چاہتے تھے۔

اس سازش کی ابتدا سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کی شہادت سے ہوئی۔ بعدہٗ سیدنا حضرت عثمانؓ ان کے بعد سیدنا حضرت علیؓ —— اور پھر سیدنا حضرت حسینؓ کی شہادتیں وقوع میں آئیں[1] اور حادثہ کربلا پر اس سازش کا پہلا دور ختم ہو گیا۔

[1] دیکھیے فتح الباری (ص ۲۸۴ ج ۷، طبع دہلی وغیرہ)۔

اب اس سازشی عنصر نے دوسرا طرز اختیار کیا۔ فاروق اعظمؓ، سیدنا ذوالنورینؓ اور سیدنا مرتضےٰؓ کی شہادتوں کی اہمیت کم کرنے کے لئے سیدنا حضرت حسینؓ کے حادثۂ شہادت کو خوب خوب اچھالا گیا اور پروپاگنڈے کے زور سے سادہ لوحوں کو یہ تاثر دینے کی کوشش کی گئی کہ صحابہؓ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اہل بیت و غیر اہل بیت یا اموی و ہاشمی دو دھڑوں میں منقسم تھے۔ اس سلسلے میں عجیب عجیب افسانہ طرازیاں کی گئیں۔ عام طور پر رائی کو پہاڑ بنا دیا گیا۔ ناگزیر اور طبعی حوادث میں رنگ آمیزیاں کر کے جذبات انسانی کے لئے حادثہ کربلا کو اپیلنگ بنایا گیا ـــــ ستم ظریفی کی انتہا یہ ہے کہ سابق الذکر تینوں خلفائے راشدینؓ میں سے کسی کی دردناک شہادت پر کوئی مستقل کتاب آپ کو نہیں ملے گی۔ لیکن سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی شہادتِ فاجعہ پر بیسیوں کتابیں لکھی گئیں اور لکھی جا رہی ہیں۔ جن کا اکثر حصہ پروپاگنڈے، جذبات اور بے سروپا "تاریخی" روایات پر مشتمل ہے اور بجائے اس کے کہ اس ثابت شدہ تاریخی حقیقت کے چہرے سے پردہ اٹھایا جاتا کہ اسلام کے دشمنوں کی سازش سے سیدنا حسینؓ کا حادثۂ شہادت وقوع میں آیا اس کو خواہ مخواہ مسلمانوں کے داخلی جھگڑے کا نتیجہ قرار دے دیا گیا۔

اسی قسم کی ایک سطحی سی کتاب پچھلے چند سالوں میں "الحسین" کے نام سے مصر سے شائع ہوئی تھی۔ جس کا صرف تجارتی نقطۂ نظر سے ترجمہ "مکتبہ جدید لاہور" نے چھاپ دیا۔ اس کتاب پر ماہنامہ "تذکرہ" کراچی نے بے لاگ تبصرہ کیا جو کسی صاحب کو ناگوار گزرا۔ اس سے بات چل نکلی تو جناب محمود احمد صاحب عباسی نے ماہنامہ مذکور میں "الحسین پر تبصرہ" کے عنوان سے ایک طویل لیکن پر مغز اور مدلل مقالہ شائع کرا دیا۔

زیر نظر کتاب اسی طویل مقالے کی مزید حک و اضافہ اور نظر ثانی کے بعد کتابی صورت ہے صفحہ ۵ تا ۸ مؤلف کا پیش لفظ ہے۔ اس کے بعد مولوی علی احمد صاحب عباسی (علیگ) کا تعارف (صفحہ ۱۵ - ۴۲) جو بجا طور پر خیر الکلام ما قل و دل کا مصداق ہے۔

باقی علمی باتوں کے علاوہ علیگ صاحب کی یہ بات حقیقت واقعیہ کی کیسی سچی ترجمانی ہے!

"امت پر اللہ کا دوسرا فضل یہ ہے کہ اگر ان کے مابین کوئی اختلافی مسئلہ پیدا ہو جائے اور اس میں شدت رونما ہو حتیٰ کہ تکفیر کے تیر چلنے لگیں یا شمشیریں بے نیام ہو جائیں

تب بھی وہ اختلاف قائم نہیں رکھتے، وقت گزرنے پر وجہ تطبیق نکال لی جاتی ہے۔ اور قضیہ ہمیشہ کے لئے طے کر دیا جاتا ہے۔ اس طرح اسلاف کرام کی عظمت و حرمت بحال ہو جاتی ہے اور کاروانِ ملت پھر شاہراہ ترقی پر رواں دواں ہو جاتا ہے۔ امت کا یہ شعار آج تک قائم ہے اور اسی وجہ سے اس میں شدید فرقہ بازی کے رجحانات سر نہیں اٹھا سکتے۔ اہل فکر و نظر نے ہمیشہ ان لوگوں کو دین و ملت کا بدخواہ سمجھا ہے جو سلف صالحین کے اجتہادی یا سیاسی اختلافات کو فرقہ بازی کا ذریعہ بنا کر ان پر زبان طعن دراز کریں۔ (ص ۱۱)

اس قیمتی "تعارف" کے بعد جناب تمنا عمادی صاحب کا آٹھ صفحہ کا "علمی سا مقدمہ" ہے۔ جس کی پیش لفظ اور تعارف کے بعد کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ کتاب میں تاریخی شواہد کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ بنو ہاشم اور بنو امیہ میں "عداوت" کا قصہ پارینہ زیادہ تر داستان سرائی کا مرہون منت ہے دونوں خاندانوں کے آپس میں رشتہ داریوں کے تعلق ہمیشہ قائم رہا گئے۔ اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ سب مخالفین بنو امیہ کی "تاریخ سازی" کا کیا دھرا ہے۔

جناب مؤلف مشاجرات صحابہؓ کے تقریباً سب ہی واقعات زیر بحث لائے ہیں۔ بعض مندرجات سے تو اتفاق مشکل ہے تاہم اس امر کے ثابت کرنے میں وہ کامیاب ہیں کہ حادثہ شہادت حضرت عثمانؓ اور اس کے بعد کے حوادث ایک سازشی عنصر کے پیدا کردہ تھے۔

حادثہ کربلا کے متعلق مؤلف کی تحقیق یہ ہے کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ بلاشبہ مظلوم شہید ہوئے لیکن تاریخی شواہد اس شہادت کے لئے "راہ حق کی شہادت" کا ثبوت مہیا نہیں کرتے۔ مؤلف کے نزدیک حضرت معاویہؓ "صرف امیر" ہی نہیں بلکہ "خلیفہ" تھے۔ ایسے ہی یزید کی امارت کو جائز تصور کرتے ہیں۔ تاہم سیدنا حسینؓ کو کوفہ کی طرف روانگی میں معذور تصور کرتے ہوئے حضرت سید کے درجہ شہادت پر فائز ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

کتاب دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عباسی صاحب نے اس نازک اور اہم موضوع پر خوب محنت کی ہے۔ سینکڑوں کتابوں کو کھنگالا ہے اور حق یہ ہے کہ وہ اپنے مقصد میں بہت حد تک کامیاب ہیں۔ واقعات کربلا اور اس کے متعلقات و پس منظر پر جو لٹریچر اردو میں اب تک شائع ہوتا رہا ہے

اس کے اکثر حصے میں ایک ہی رُخ دکھایا گیا ہے جو بنوامیہ کے مثالب و معائب اور اہل بیت کرام کی مظلومیت کے افسانوں پر مشتمل ہے۔ کتاب "خلافت معاویہ و یزید" نے بڑی سنجیدگی اور کافی حد تک علمی طریقے سے دوسرا رخ پیش کر دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کا بھی مطالعہ کر کے معتدل طریقے پر پہنچنے کی کوشش کی جائے تاکہ حادثۂ کربلا کی آڑ میں مسلمانوں میں باہمی مناقشات کی خلیج کو وسیع کرنے کی جو کوششیں بعض حلقوں کی طرف سے کی جا رہی ہیں اس کو پاٹا جا سکے۔ "معتدل" ہم نے اس لئے کہا ہے کہ تحقیق کی سعی محمود کے باوجود یہ کتاب غلو کے مقابلے میں غلو سے خالی نہیں۔ بنوامیہ اور یزید کی طرف سے صفائی اور مدافعت کے جوش میں بعض جگہ مصنف تحقیقی سطح سے نیچے اترتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

- ابتدائے کتاب میں حضرت علیؓ کے متعلق امام ابن تیمیہ وغیرہ کی عبارتوں سے جو تاثر دینے کی کوشش کی گئی ہے وہ نہ صاحب منہاج السنۃ و مؤلف ازالۃ الخفاء کا منشاء ہے۔ نہ ہی اہل سنت کے پسندیدہ مسلک سے پوری مطابقت رکھتا ہے۔
- ازالۃ الخفاء ص ۲۷۹ جلد ۲ کی عبارت کا ابتدائی حصہ ترک کر دیا گیا ہے (ص ۳) ایسے ہی الاصابہ کی عبارت کے بعض ضروری حصے چھوڑ دیئے گئے (ص ۲۰۰ و ص ۲۱۷)
- ص ۵ پر حضرت علیؓ کے پایۂ تخت منتقل کرنے سے متعلق بحث میں الجھاؤ ہے۔
- مستشرقین کے بعض اقتباس دینا نامناسب تھا (ص ۶)
- عربی عبارتوں اور تراجم کے بعض تشریحی نوسین شان تحقیق کے مطابق نہیں (ص ۴۴ وغیرہ)
- عمر بن سعد کو صغار صحابہ سے ثابت کرنے کے لئے ایک شاذ قول کی بنا پر صحیحین کی حدیث کو مسترد کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ (ص ۲۱۷) لطف یہ کہ الاصابہ کے اسی صفحہ پر صحیحین کی حدیث کی بنا پر اس شاذ قول کو رد کر دیا گیا ہے۔ افسوس ہے کہ الاصابہ کی عبارت کے اس حصے کو چھوڑ کر صحیح و ثابت شدہ حدیث کی تردید کے درپے ہو گئے۔ یہ بڑی جسارت ہے!
- الخلافۃ لعدی ثلثون سنۃ ثم تکون ملکا الحدیث، سنن اربعہ کی ایک مشہور اور قابل اعتماد حدیث ہے۔ امام ترمذی نے اس کی تحسین فرمائی ہے (ص ۴۲ جلد ۲) تو امام ابن حبان نے تصحیح (فتح الباری ص ۶۲۹ جلد ۶ طبع ہند) مگر مصنف خواہ مخواہ اس کو موضوع بنانے پر تل گئے جس میں

کئی ٹھوکریں کھائیں۔ اس کے راوی حشرج کو سب ائمہ کے نزدیک ضعیف دکھایا گیا حالانکہ اس کی توثیق کرنے والے بھی بہت سے محدثین موجود ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کا معتدل قول صدوق یہم د تقریب ہے۔ ایسے راوی کی روایت کو کبھی بھی موضوع نہیں کہا جا سکتا۔

حشرج اس میں منفرد نہیں، دوسرے بعض قابلِ حجت راوی بھی روایت کرتے ہیں۔ مؤلف نے احتمال پیدا کیا ہے کہ سعید بن جمہان کی ملاقات حضرت سفینہؓ سے شاید نہ ہو سکی ہو لیکن امام بخاریؒ ان دونوں کی ملاقات ثابت کرتے ہیں۔ (تاریخ صغیر ص۹۷)

اس حدیث اور حدیث اثنا عشر خلیفہ میں تطبیق کا طریقہ موجود ہے (فتح الباری وغیرہ) پھر اس تکلف کی کیا ضرورت ہے۔

مؤلف، منکرین حدیث کے پروپاگنڈے کا شکار ہو گئے۔ اور دھڑلے سے لکھ مارا کہ ابن جریر طبری کا مسلکاً شیعہ ہونا اب مختلف فیہ نہیں رہا (ص۳۳۳) حالانکہ ابن جریر طبریؒ کو کسی بھی مستند عالم نے شیعہ نہیں لکھا، امام ابن تیمیہؒ کو ایسے مباحث میں جو امتیاز حاصل ہے وہ مخفی نہیں لیکن وہ امام ابن جریر کو فقہائے اہل سنت سے شمار کرتے ہیں۔ (منہاج ص۱۴۲ جلد۳ وغیرہ) اسی طرح دوسرے علمائے تراجم و تاریخ بھی ـــــ ہر قسم کی روایات جمع کر لینے کے جرم میں انہیں شیعہ نہیں بنایا جا سکتا۔ جمع و تدوین اس دور کی تصانیف کی ایک خصوصیت ہے۔ ہم لوگوں کو امام طبری جیسے وسیع النظر متقدم مورخین کا ممنون ہونا چاہیئے کہ ان کی بدولت تیار شدہ مواد مل جاتا ہے ورنہ تحقیق کی شمع کیسے جلائی جا سکتی تھی۔

یزید کی "مدح سرائی" تو بہت کی گئی مگر فتنۂ حرہ کا مبحث کتاب میں بالکل تشنہ ہے اور سچی بات یہ ہے کہ اس کا حل ہے بھی مشکل ـــــ یزید کے بارے میں معتدل رائے امام ابن تیمیہ ہی کی ہے الحق فیہ انہ کان ملکا من ملوک المسلمین لہ حسنات ولہ سیئات و القول فیہ کالقول فی امثالہ من الملوک لا نحبہ ولا نسبہ (مجموعہ فتاوی مصریہ ص۲۱)

اس قسم کی بعض فرو گذاشتیں کتاب میں اور بھی ہیں۔

مگر ـــ متعدد مباحث بہت قیمتی ہیں۔ اس کتاب کی اشاعت دین کی بڑی خدمت ہے۔ یہ چند گزارشات مؤلف کی تحقیق پسند طبیعت سے تعلق خاطر کی وجہ سے کی گئی ہیں۔ امید ہے آئندہ اشاعت